شاہ عبدالقادرؒ کے اردو ترجمۂ قرآن مجید کا لسانی مطالعہ

ڈاکٹر محمد سلیم خالد ☆

قرونِ اولیٰ کے بعد ملتِ اسلامیہ جن اربابِ علم ودانش کی مرہون منت ہے اُن میں ایک نہایت اہم، سر برآوردہ اور جلیل القدر ہستی شاہ ولی اللہ (م ۱۱۷۶ھ /۱۷۶۲ء) کی ہے۔ شاہ عبدالقادر ۱۱۶۷ھ/۱۷۵۳ء میں شاہ ولی اللہ کے گھر متولد ہوئے (۱)۔ان کا بچپن اپنے مہربان والد کے زیر سایہ عاطفت گزرا۔ شاہ ولی اللہ کی رحلت (۱۱۷۶ھ) کے وقت اُنکی عمر تقریباً نو دس برس کے لگ بھگ تھی، صاحب حیات ولی کے مطابق شاہ عبدالقادر نے تمام دینیات کی تعلیم اپنے پدرِ بزرگوار سے حاصل کی (۲)۔ لیکن صاحب نزھۃ الخواطر کی رائے مختلف ہے، وہ رقم طراز ہیں۔

''ان کے والد ان کی کم سنی میں فوت ہو گئے لہذا تحصیل علم کے لیے اپنے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز (م۱۲۳۹ھ) سے اکتساب فیض کیا'' (۳)۔

حکیم محمود احمد برکاتی لکھتے ہیں۔

''والد کی وفات کے وقت وہ صرف نو برس کے تھے اور صرف میر پڑھتے تھے، علوم کی تکمیل شاہ محمد عاشق اور دوسرے علماء سے کی'' (۴)۔

برکاتی صاحب نے محمد عاشق کے بارے میں تحریر کیا ہے کہ شاہ محمد عاشق پھلتی (م ۱۱۸۷ھ) شاہ ولی اللہ کے ماموں زاد، برادرِ نسبتی، سمدھی، بچپن کے دوست، شریک درس، شاگرد اور مسترشد وخلیفہ تھے (۵)۔ شاہ عبدالقادر نے فارغ التحصیل ہونے کے بعد اکبر آبادی مسجد میں مسندِ تدریس بچھائی۔ سرسید احمد خان نے لکھا ہے کہ شاہ عبدالقادر نے تمام عمر اکبر آبادی مسجد کے ایک حجرے میں گزار دی (۶)۔ صاحب مقالات طریقت رقم طراز ہیں:

''تیس سال اکبر آبادی مسجد کے ایک حجرے میں رہے، ہفتے میں ایک روز (چہار شنبے کو) شاہ عبدالعزیز اور دوسرے اعزہ سے ملنے مسجد سے مکان آیا کرتے تھے (۷)۔ آپ کا کھانا اکبر آبادی مسجد میں روزانہ شاہ عبدالعزیز کے گھر سے جاتا تھا، وہی اپنے اس درویش اور متوکل بھائی کے کپڑے بنا دیا کرتے تھے (۸)۔انہوں نے نہایت محترم زندگی گزار کر ۱۲۳۰ھ/۱۸۱۵ء میں وفات پائی (۹)۔

وفات کے وقت ان کے بڑے بھائی شاہ عبدالعزیز اور شاہ رفیع الدین (م۱۲۳۳ھ) زندہ تھے۔

☆ ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ اردو وفارسی، گورنمنٹ ڈگری کالج بوچھال کلاں، ضلع چکوال۔

جب یہ دونوں بزرگ شاہ عبدالقادر کی قبر پر مٹی ڈال رہے تھے تو کہتے تھے: ''انا لا ندفن الانسان بل ندفن العلم والعرفان ''(۱۰)۔ (ہم کسی انسان کو دفن نہیں کر رہے ہیں بلکہ علم وعرفان کو دفن کر رہے ہیں)۔

آپ کا سب سے بڑا علمی و تصنیفی کارنامہ اردو ترجمہ قرآن مجید ہے جو ۱۲۰۵ھ میں مکمل ہوا اور اس کا شمار شمالی ہند میں معرضِ تحریر میں آنے والی چند ایک ابتدائی نثری تحریروں میں ہوتا ہے۔ اس زمانے میں اردو زبان ابتدائی مراحل میں تھی اور بالخصوص نثر لکھنے کا رواج تو بہت ہی کم تھا لیکن بایں ہمہ یہ ترجمہ ادبی اور لسانی خوبیوں سے مالا مال اور معمور ہے۔ شاہ عبدالقادر نے جب پورے قرآن مجید کا پہلی مرتبہ اردو میں ترجمہ کیا تو یہ اردو زبان کے لیے بجائے خود بڑے فخر کی بات تھی کہ اُس زمانے کی اُردو نے عربی کے وسیع مفہوم اور معانی کے سمندر کو اپنے کمزور اور شرمیلے قالب میں سمیٹنے کی کوشش کی تھی اور اس میں کامیاب ہوئی تھی (۱۱)۔

یہ ترجمۂ قرآن مجید محض ترجمہ ہی نہیں بلکہ ادبی ولسانی خوبیوں کا خزانہ بھی ہے اور شاہ صاحب کی عبقریت اور زبردست لسانی شعور کا زندہ جاوید ثبوت بھی۔ ڈاکٹر جمیل جالبی لکھتے ہیں:

''قرآن مجید کا یہ ترجمہ اردو ہندی لغت کا ایک بڑا خزانہ ہے۔ اس ترجمہ کو پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ شاہ عبدالقادر عام لفظوں کو نئے معنی دے کر انہیں نئی زندگی دے رہے ہیں۔ اس میں کثرت سے ایسے عام الفاظ استعمال ہوئے ہیں جنھیں ہم آج بھی عربی وفارسی الفاظ کی بجائے استعمال کر کے اپنے اظہار کو ایک نیا رنگ دے سکتے ہیں۔ اس میں وہی زبان استعمال ہوئی ہے جو عوام میں رائج تھی اور شاہ صاحب نے اس عوامی زبان ومحاورہ کو قرآن مجید جیسی کتاب کے ترجمے کے لیے استعمال کر کے ایک نئی رفعت عطا کی ہے''(۱۲)۔

پروفیسر جیلانی کامران رقم طراز ہیں:

''اس ترجمے کی انفرادیت جملے میں الفاظ کی مخصوص نشست سے پیدا ہوتی ہے۔ الفاظ اپنی نشست اپنے اصل عربی متن سے اخذ کرتے ہیں اور اس طرح عربی گرائمر اور اردو گرائمر کے اتصال سے جو جملہ رونما ہوتا ہے وہ اس ترجمے کا جملہ بن جاتا ہے۔ اس ترجمے کو دیکھتے ہوئے معلوم ہوتا ہے کہ مترجم نے عالمانہ زبان کو اپنے اوپر وارد نہیں ہونے دیا اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ شاہ عبدالقادر فارسی انشاء پردازی سے ناواقف تھے۔ اُنہوں نے ترجمے کے لئے اس زبان کو استعمال کیا جو لوگ بولتے تھے اور جس کی لغت غیر فہم نہ تھی۔ ایسے مواد کے ساتھ شاہ عبدالقادر نے اردو نثر کو جو اعتماد اور یقین مہیا کیا وہ ہر لحاظ سے قابلِ تعریف ہے۔ حیرت کی بات یہ ہے کہ سلاست اور بے ساختگی کی جو روایت اس ترجمے کے ذریعے قائم ہوئی تھی اُسے مناسب شہرت نہیں دی گئی''(۱۳)۔

زیرِ نظر ترجمۂ قرآن مجید میں ہندی کے الفاظ نسبتاً زیادہ ہیں۔ لہٰذا بعض اہل علم کو یہ اشتباہ ہوا کہ شاہ عبد القادرؒ نے اپنے ترجمۂ قرآن مجید میں ہندی الفاظ، ہندو مذہب کے پیروں کی تعلیم وتبلیغ کے لیے دانستہ داخلِ ترجمہ کیے ہیں۔ مثلاً مولانا اخلاق حسین قاسمی (مرحوم)، جو ہندوستان کے ایک مایۂ ناز عالم تھے، لکھتے ہیں:

''شاہ عبدالقادر صاحب نے اپنے اردو ترجمہ میں ہندی سنسکرت کے خاص خاص الفاظ استعمال کیے۔ حالانکہ اُس دور کی اردو نظم ونثر کے نمونے یہ بتاتے ہیں کہ ہندی الفاظ کا استعمال اس وقت اتنا عام نہ تھا، صرف ہندو طبقے میں ان لفظوں کا رواج ہو گا۔ لیکن شاہ صاحب کہیں کہیں چھانٹ کر اونچے اور مشکل ہندی الفاظ کے ذریعے قرآن مجید کا مفہوم بیان کرتے ہیں اور اُس کا مقصد صرف یہ معلوم ہوتا ہے کہ غیر مسلم طبقہ قرآن مجید کے پیغام سے قریب ہو'' (۱۴)۔

پاکستان کے جید عالم دین اور محقق محمد اسحاق بھٹی اِس ضمن میں تحریر کرتے ہیں:

''اِسی تبلیغِ اسلام اور اشاعتِ دین کی غرض کو، جو شاہ عبدالقادر کے اکابر کا مقصدِ حیات تھا، خود انہوں نے بھی پیشِ نگاہ رکھا اور قرآن مجید کے ترجمے میں بھی بعض ہندی اور سنسکرت کے الفاظ استعمال فرمائے تا کہ اُن کے ملک کے ہندو بھی آسانی سے اس کو سمجھ سکیں۔ اس سے یہ بات واضح ہوئی کہ اسلام کی نشر وترویج اسی بولی میں کرنی چاہیے جو لوگوں کے لیے زیادہ مؤثر اور مفید ہو'' (۱۵)۔

لیکن حقیقت یہ ہے کہ شاہ عبد القادرؒ کا زیرِ تبصرہ ترجمۂ قرآن مجید اس وقت کی مروجہ عوامی اردو میں ہے یعنی وہ اردو جو دہلی اور اس کے گردونواح کے عام لوگوں کی بول چال کی زبان تھی۔ بہ الفاظ دیگر یہ زبان دہلی کے گلی کوچوں اور بازاروں میں بولی جاتی تھی اور شاہ صاحب کے استعمال کردہ ہندی الفاظ اس اردو کا حصہ تھے۔ ہندو اور مسلمان سب یہی زبان بولتے اور سمجھتے تھے۔ مثلاً شاہ عبد القادرؒ خود رقم فرماتے ہیں:

''دوسرے یہ کہ اس میں زبان ریختہ نہیں بولی بلکہ ہندی متعارف کروائی تا عوام کو بے تکلف دریافت ہو'' (۱۶)۔

زبان ریختہ اور ہندی متعارف کے فرق کی وضاحت کرتے ہوئے جناب منشی ظہیر الدین بہادر رقم طراز ہیں:

''اس میں نکتہ باریک یہ سمجھنا چاہیے کہ یہ زبان اردو ریختہ متعارف نہیں کہ زبان اردو میں اکثر الفاظ فارسی اور عربی ریختہ ہوتے ہیں کہ اس معنی میں آکر اس زبان کا نام ریختہ ہو گیا ہے پس یہاں مراد مترجم مفسر (شاہ عبدالقادر) کی یہ ہے کہ ہر شخص ہندی جاہل مطلق کی فہم میں بے تکلف آوے لہٰذا تلاش کر کے لفظ ہندی عام فہم بالقصد لاتے ہیں کہ اردو محاورے سے بھی جدا ٹھیٹھ ہندی ہے ......

پس اس نظر سے اس کو ترجمہ ہندی عام فہم سمجھنا چاہیے نہ اردو ریختہ''(۱۷)۔

گویا یہ ترجمہ اپنے زمانے کی عوامی اردو میں ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس میں عربی وفارسی الفاظ نسبتاً کم اور ہندی کے الفاظ کا تناسب زیادہ ہے۔ یہاں اس امر کی وضاحت بھی ضروری ہے کہ اُس زمانے میں اُردو کے لیے ریختہ اور ہندی دونوں الفاظ استعمال کئے جاتے تھے۔ مثلاً فورٹ ولیم کالج کا ترجمۂ قرآن مجید جو ۱۲۱۹ھ میں مکمل ہوا، کی زبان کے لیے ریختہ اور ہندی دونوں لفظ استعمال کیے گئے ہیں(۱۸)۔

الغرض شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن مجید میں مستعمل ہندی (پراکرت) اور سنسکرت کے الفاظ کا مدعا ومنشا نہ تو ہندو مذہب کے پیروی کرنے والے کوقرآن مجید واسلام کی جانب راغب ومائل کرنا تھا اور نہ ہی کسی قسم کی نمود ونمائش یا علمیت کا اظہار مطلوب ومقصود تھا بلکہ یہ الفاظ اُس زمانے میں دہلی کے گلی کوچوں اور گردونواح کے علاقوں میں بولی جانے والی اُردو کا حصہ اور جزو تھے۔

ہندی الفاظ

درج ذیل سطور میں شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن مجید میں مستعمل ہندی (پراکرت) الفاظ میں سے کچھ الفاظ مع توضیح معانی بطور نمونہ پیش کیے جاتے ہیں:

کھنڈ: تم کو چڑھنا ہے کھنڈ پر کھنڈ (۱۹)۔

توضیح معانی: کھنڈ بمعنی

۱۔ ٹکڑا ۲۔ منزل ۳۔ درجہ انشاء کا شعر ہے:

دو تین دن تو ہو چکے اَب پھر چلو وہیں   فیروز شہ کی لاٹ کے اُس چوتھے کھنڈ پر (۲۰)۔

اٹکل: ہم تو دیکھتے ہیں تجھ کو عقل نہیں اور ہماری اٹکل میں تو جھوٹا ہے (۲۱)۔
توضیح معانی: اٹ (پھرنا) اور کل (حساب کرنا) سے مِل کر بنا ہے۔ معانی یہ ہیں:

۱۔ دانست۔ رشک کا شعر ہے:
کن حسینوں سے تم کو نسبت دوں   سب سے اچھے ہو میری اٹکل میں

۲۔ قیاس، اندازہ۔ رشک کا شعر ہے:
دیکھا چشم غور سے تو ہے بدل ہر چیز کا   بدلے آنکھوں کے ہے اٹکل کور مادر زاد کو (۲۲)۔

اُدھر: کہ ڈال رکھو ایک کو جیسے اُدھر میں لٹکتی (۲۳)۔

توضیح معانی: اُدھر مشتق ہے دھرنا سے اور الف نفی کا۔ بے سہارا، معلق، بین بین۔ بحر کا شعر ہے:

جنت کی آرزو ہے جہنم کا خوف ہے   اعراف میں ہے جان ہماری اُدھر میں ہے (۲۴)۔

سنگت: کیا دیکھتے نہیں کتنی ہلاک کیں ہم نے پہلے اُن سے سنگتیں (۲۵)۔

توضیح معانی: سنگت بمعنی رفاقت، شراکت، ہم صحبت، ہم نشین، میر حسن کا شعر ہے:

اِدھر اور اُدھر رکھ کے کاندھے پہ ہاتھ   چلی ناچتی گاتی سنگت کے ساتھ (۲۶)۔

بھبوکا: اور بھیج دے اُس پر ایک بھبوکا آسمان سے پھر صبح کو رہ جاوے میدان پٹپڑ (۲۷)۔

توضیح معانی:

۱۔ بھبوکا بمعنی شعلہ، شرارہ۔ ناسخ کا شعر ہے:

اس بھبوکے کے نظارہ سے نہ جل جائے کہیں   اِس لیے چشم کو ہم اشک فشاں رکھتے ہیں

۲۔ گرم جلتا ہوا، دہکتا ہوا۔ میر حسن کا شعر ہے:

یہ سنتے ہی شعلہ بھبوکا ہوئی   لگی کہنے ہے ہے بلا کیا ہوئی (۲۸)۔

چنگا: اوس میں آزار چنگے ہوتے ہیں لوگوں کے (۲۹)۔

توضیح معانی: چنگا بمعنی تندرست، توانا، صحت مند۔ شعر ہے:

ایسا نہیں طبیب کوئی اس دیار کا   چنگا کرے جو زخم تیرے دِل فگار کا (۳۰)۔

چکوتی: اور جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور چکوتی شاید تم راہ پاؤ (۳۱)۔

اور جب چکوتی کرنے لگو لوگوں میں تو چکوتی کرو انصاف سے (۳۲)۔

توضیح معانی: فرہنگ آصفیہ اور نور اللغات وغیرہ میں چکوتا لکھا ہے۔ لیکن شاہ عبدالقادر نے اُسے ہر جگہ چکوتی ہی لکھا ہے۔ بہر کیف زمانی بعد کے پیشِ نظر چکوتا یا چکوتی کا فرق درخور اعتنا نہیں ۔ چکوتا بہ معنی فیصلہ، بے باقی۔ داغ کا شعر ہے:

پلا دے اور تھوڑی سی نہ گھبرا اے فروش اتنا

چکوتا اب کئے دیتے ہیں تیرا آنے پائی سے (۳۳)۔

الوپ: نہ ملے گا تم کو بچاؤ اوس دن اور نہ ملے گا الوپ ہو جانا (۳۴)۔

توضیح معانی: الوپ بمعنی پوشیدہ، مخفی۔ رضا کا شعر ہے:

الوپ یوں بھی نہ کوئی ہوا اِس زمانے میں   وہ میرے دِل میں ہیں لیکن نظر نہیں آتے (۳۵)۔

سانگ: پھر ڈالا موسیٰ نے اپنا عصا پھر تبھی وہ نگلنے لگا جو سانگ انہوں نے بنایا تھا (۳۶)۔

توضیح معانی: سانگ/ سوانگ بمعنی نقالی، بہروپ، بھیس، تمسخر۔ حالی نے کہا ہے:

گو دین کی صورت ہے پر سیرت نہیں اُس کی
یہ دین ہے یا دین کا ہے سانگ بتاؤ (۳۷)۔

سوانگ بروزن مانگ بمعنی کرتب، شعبدہ۔ میر کا شعر ہے:

تب تھے سپاہی، اب ہیں جوگی آہ جوانی یوں کاٹی
ایسی تھوڑی رات میں ہم نے کیا کیا سوانگ بنائے ہیں (۳۸)۔

پچ: اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی پچ کی قسمیں (۳۹)۔

توضیح معانی: بمعنی تعصب، طرف داری، پاس، حمایت۔ غالب کا شعر ہے:

پچ آپڑی ہے وعدۂ دلدار کی مجھے   وُہ آئے یا نہ آئے یہاں انتظار ہے (۴۰)۔

اُلاہنا: نہ ٹھہرا اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم پھر بیٹھ رہے گا تو اُلاہنا پا کر بے کس ہو کر (۴۱)۔

توضیح معانی: اُلاہنا بمعنی الزام، گناہ، شکوہ وشکایت۔ اسماعیل میرٹھی کا شعر ہے:

شاکر قسمت ہی پر رہے وہ   قدرت کو اُلاہنا نہ دے وہ (۴۲)۔

دھروہڑ: اور جو اپنی دھروہڑیں اور اپنا قول نباہتے ہیں (۴۳)۔

توضیح مطالب: دھروہڑ بمعنی امانت، تحویل۔ بحر کا شعر ہے:

یوں مفت نقدِ دِل کو وہ دلدار لے گیا   گویا کہ اُس کی تھی یہ دھروہڑ دھری ہوئی (۴۴)۔

ہندی (پراکرت) کے مفرد مصادر (کچھ مثالیں)

بوجھنا: اور دکھاتا ہے تم کو اپنے نمونے، شاید تم بوجھو (۴۵)۔

توضیح معانی: بوجھنا بمعنی جاننا، پہچاننا۔ جان صاحب کا شعر ہے:

منہ زرد، آنکھیں لال، پھٹے کپڑے، جی اداس   عاشق کے بوجھنے کے بوا ہیں یہ چار رنگ (۴۶)۔

باہنا: (ہل چلانا) وہ ایک گائے محنت والی نہیں کہ باہتی ہو زمین کو (۴۷)۔

بچلانا: اور دین سے بچلانا مارنے سے زیادہ ہے (۴۸)۔

توضیح معانی: بچلانا متعدی مصدر ہے بچلنا سے۔ بچلنا درج ذیل معانی میں آتا ہے۔ چوکنا، بہکنا۔ مصحفی کا شعر ہے:

تیر رہ جائے کماں ہی میں ترازو ہو کر   چھوڑتے وقت کہیں ہاتھ اگر جائے بچل (۴۹)۔

کنیانا: جو کوئی کنیاوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے (۵۰)۔

توضیح مطالب: کنیانا بمعنی کنارہ کرنا، کترانا، ٹال مٹول کرنا (۵۱)۔ مولانا حالی کا شعر ہے:

سعی سے اکتاتے اور محنت سے کنیاتے نہیں

جھیلتے ہیں سختیوں کو سخت جانوں کی طرح (۵۲)۔

کھپانا: یہ سب بستیاں ہیں جن کو ہم نے کھپا دیا (۵۳)۔

توضیح معانی: کھپنا لازم اور کھپانا متعدی ہے بمعنی تحلیل ہونا۔ رنج و غم میں گھلنا۔ میر کا شعر ہے:

کھپ ہی جاتا ہے آدمی اے میر آفت جان ہے عشق کا غم بھی (۵۴)۔

چیتنا: تو کہہ تم کیا چیتو گے ہمارے حق میں (۵۵)۔

توضیح مطالب: ہوشیار ہونا، متنبہ ہونا، ہوش میں آنا۔ حالی کا شعر ہے:

ماجرا ہو گا ہمارا عبرت اوروں کے لیے چیت جائیں گے بہت سن کر ہماری داستان (۵۶)۔

ڈھنا: اے ایمان والو، کیا ہوا ہے تم کو جب کہیے تم خرچ کرو اللہ کی راہ میں، ڈھے جاتے ہو زمین پر کیا ریجھے دُنیا کی زندگی پر (۵۷)۔

توضیح معانی: ڈہنا، ڈھ جانا، منہدم ہونا۔ بحر کا شعر ہے:

اِک دِن ڈھے جائے گا تیرا غرور اے باغباں جڑ سے گل بوٹے اکھڑ جائیں گے، بے بنیاد ہیں (۵۸)۔

جھینکنا: سن لی اللہ نے بات اوس عورت کی جو جھگڑتی ہے تجھ سے اپنے خاوند پر اور جھینکتی ہے اللہ کے آگے (۵۹)۔

توضیح معانی: جھینکنا بمعنی رونا، گریہ وزاری کرنا، شاکی ہونا۔ داغ کا شعر ہے:

دِل میں نے لگایا ہے مگر دیکھیے کیا ہو سب جھینکتے ہیں اپنے پرائے مرے آگے (۶۰)۔

ہونسنا: اور بدی سے برا چاہنے والے کی جب لگے ہونسنے (۶۱)۔

توضیح معانی: ہونسنا بمعنی جلنا، حسد کرنا، برائی چاہنا۔ اختر شاہ اودھ کا شعر ہے:

یہ کس کی نظر تمہیں لگی ہونسا تھا یہ کس نے تم کو اے ماہ (۶۲)۔

سنکارنا: بدی سے اوس کی جو سنکارے اور چھپ جائے (۶۳)۔

توضیح معانی:

۱۔ سنکارنا فعل متعدی بمعنی آنکھ مارنا، اشارہ کرنا۔ امانت کا شعر ہے:

شاید چمن میں آتا ہے ہنستا ہوا وہ گل سنکارتی ہے غنچوں کو بادِ بہار کچھ

۲۔ اُکسانا، اُبھارنا، بہکانا کے معنوں میں۔ میر کا شعر ہے:

آج میرے خون پر اصرار ہے ہر دم تمہیں آئے ہو کیا جانیے تم کس کے سنکارے ہوئے (۶۴)۔

درج بالا سطور میں شاہ عبدالقادر کے ترجمہ قرآن مجید میں سے کچھ نامانوس اور نسبتاً مشکل ہندی الفاظ کی توضیح وتصریح کے ضمن میں اردو زبان کی مشہور، متداول اور مستند لغتوں سے استفادہ کیا گیا ہے۔ چنانچہ متذکرہ الفاظ کی اردو فرہنگوں میں موجودگی وشمولیت بجائے خود اور مزید برآں شاہ صاحب کے معاصرین ومتاخرین شعراء کے کلام میں ان الفاظ کا استعمال اس امر کا بین ثبوت ہے کہ یہ الفاظ اُس دور کی اردو میں مستعمل رہے ہیں۔

ہندی کے مرکب مصادر (چند مثالیں)

گہہ پکڑنا (حلقہ پکڑنا): اس نے پکڑی گہہ مضبوط، جو ٹوٹنے والی نہیں (۶۵)۔

چنگا کرنا (ٹھیک کرنا): اور چنگا کرتا ہوں جو اندھا پیدا ہو (۶۶)۔

ٹوٹے میں آنا (نقصان اٹھانا): فیصلہ ہوگیا انصاف سے اور ٹوٹے میں آئے اوس جگہ جھوٹے (۶۷)۔

جھونجل دلانا (غصہ دلانا): پھر جب ہم کو بھی جھونجل دلائی تو ہم نے ان سے بدلہ لیا (۶۸)۔

رول پڑنا (شور ہونا): اور جب جنگل کے جانوروں میں رول پڑے (۶۹)۔

ہندی کے مرکب الفاظ (چند مثالیں)

رچتا پچتا (لذیذ و خوشگوار سمجھنا): پھر اگر وہ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تم کو دل کی خوشی سے تو وہ کھاؤ رچتا پچتا (۷۰)۔

جی ہارے (بادل نخواستہ): جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں جی ہارے (۷۱)۔

ہارگری (شکست خوردہ): بلکہ ہارگری ان کی دریافت آخرت میں بلکہ ان کو دھوکہ ہے اس میں (۷۲)۔

من مانتی (پسندیدہ): سو جس کی بھاری ہوئیں تولیں تو اس کو گزران ہے من مانتی (۷۳)۔

نرادھار (الصمد): اللہ نرادھار ہے (۷۴)۔

فارسی مصادر سے ترجمہ شدہ مصادر

درست کرنا (درست کردن): درست کرتے ہیں نماز (۷۵)۔

باز آنا (باز آمدن): پھر اگر وہ باز آویں تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے (۷۶)۔

خوش وقت ہونا (خوش وقت شدن): اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے (۷۷)۔

اقرار لینا (اقرار گرفتن): اور جب ہم نے لیا اقرار تمہارا (۷۸)۔

درگزر کرنا (درگزر کردن): سوتم درگزر کرواور خیال میں نہ لاؤ (۷۹)۔

خوش آنا (خوش آمدن): اللہ کو خوش نہیں آتے دغا باز (۸۰)۔

تمام کرنا (تمام کردن): پھر مکا مارا اس کو موسیٰ نے پھر اس کو تمام کیا (۸۱)۔

محاورات کا استعمال (چند مثالیں)

شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن مجید میں محاورات کا استعمال نہایت سلیقہ مندی، مہارت اور اعتدال سے کیا گیا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ان کے محاورات ان کے ترجمے کی معنویت اور خوبصورتی میں اضافہ کرتے ہیں۔

مہر کرنا (بند کرنا): مہر کر دی اللہ نے ان کے دل پر (۸۲)۔

راہ پر لانا (سیدھا راستہ بتانا): اور راہ پر لاتا ہے اس سے بہتیرے (۸۳)۔

غم کھانا (رنج سہنا): نہ اون کو ڈر ہے اور نہ وہ غم کھاویں (۸۴)۔

خون کرنا (قتل کرنا): جب لیا ہم نے قرار تمہارا نہ کرو گے خون آپس میں (۸۵)۔

برا لگنا (ناگوار معلوم ہونا): اور شاید تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو (۸۶)۔

بھر لینا (پورا کرنا): کہا اللہ نے اے عیسیٰؑ میں تجھ کو بھر لوں گا۔ (۸۷)۔

طوفان باندھنا (گناہِ کبیرہ کرنا): اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس نے بڑا طوفان باندھا (۸۸)۔

مرکباتِ اضافی

اردو میں مضاف الیہ پہلے اور مضاف بعد میں آتا ہے لیکن عربی زبان میں مضاف پہلے اور مضاف الیہ بعد میں لایا جاتا ہے۔ شاہ عبدالقادر اپنے ترجمۂ قرآن مجید میں اردو قواعد کے مطابق مضاف الیہ کو مضاف سے پہلے لانے کی سعی کرتے ہیں لیکن کہیں عربی ترکیب کے تتبع میں مضاف کو مقدم کر دیتے ہیں۔ چند مثالیں درج کی جاتی ہیں:

انصاف کا دن: مالک انصاف کے دن کا (۸۹)۔

اپنا بندہ: جو اتارا ہم نے اپنے بندے پر (۹۰)۔

تقصیریں تمہاری: بخشیں ہم تم کو تقصیریں تمہاری (۹۱)۔

اللہ کی مار: اور اللہ کی مار سخت ہے (۹۲)۔

مدد اللہ کی: سن رکھو مدد اللہ کی نزدیک ہے (۹۳)۔

مرکباتِ توصیفی

اردو میں صفت موصوف سے پہلے آتی ہے لیکن عربی میں موصوف کو صفت سے پہلے لایا جاتا ہے مثلاً: رَجُلٌ صَالِحٌ۔ شاہ عبدالقادر اپنے ترجمہ قرآن مجید میں مرکبات توصیفی کے ترجمے کے سلسلے میں کہیں تو اردو قواعد کی پاسداری کرتے ہیں اور کہیں عربی ترکیب کا اتباع کرتے ہیں۔ چند مثالیں حسب ذیل ہیں:

راہ سیدھی: چلا ہم کو راہ سیدھی (۹۴)۔

بڑی مار: اور ان کو بڑی مار ہے (۹۵)۔

پچھلا دن: ہم یقین لائے اللہ پر اور پچھلے دن پر (۹۶)۔

ناکاری قسمیں: نہیں پکڑتا تم کو اللہ ناکاری قسموں پر (۹۷)۔

گہ مضبوط: اور یقین لاوے اللہ پر اس نے پکڑی گہہ مضبوط (۹۸)۔

اسمِ حاصلِ مصدر

شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن مجید میں اسمِ حاصلِ مصدر کا استعمال بکثرت ہوا ہے۔ شاہ صاحب حتی الوسع اردو کے اسمائے حاصلِ مصدر برتنے کی سعی کرتے ہیں اور اس طرح ان کے جملوں میں ایجاز و اختصار کی کیفیت پیدا ہوجاتی ہے، چند مثالیں سپردِقلم ہیں:

چڑھائی: چڑھائی کرتے ہو ان پر گناہ سے اور ظلم سے (مصدر چڑھنا) (۹۹)۔

سہار: سو کیا سہار ہے ان کو آگ کی (مصدر سہارنا) (۱۰۰)۔

برساؤ: اور برسایا ان پر برساؤ (مصدر برسنا) (۱۰۱)۔

بڑھتی: جنھوں نے کی بھلائی ان کو ہے بھلائی اور بڑھتی (مصدر بڑھنا) (۱۰۲)۔

اونگھ: جس وقت ڈال دی تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کو (مصدر اونگھنا) (۱۰۳)۔

چکوتی: اور ہم نے دی تھی موسیٰ اور ہارون کو چکوتی اور روشنی (مصدر چکانا) (۱۰۴)۔

اسمِ کیفیت

اسمِ حاصل مصدر کی ایک اور شکل اسمِ کیفیت ہے۔ دونوں میں فرق یہ ہے کہ حاصل مصدر، مصدر سے بنایا جاتا ہے اور اسمِ کیفیت اسم سے مثلاً: جلنا سے جلن حاصل مصدر ہے اور لڑکا سے لڑکپن اسمِ کیفیت ہے۔ شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن مجید میں مستعمل اسمائے کیفیت بالعموم فارسی اور عربی الفاظ سے بنائے گئے ہیں مثلاً:

ذلت، محتاجی: اور ڈالی ان پر ذلت اور محتاجی (۱۰۵)۔

شاہدی: سو آچکی تم کو تمہارے رب سے شاہدی اور ہدایت (١٠٦)۔

شکر گزاری: نہ تم سے ہم چاہیں بدلا نہ چاہیں شکر گزاری (١٠٧)۔

اسمِ فاعل ''والا'' لاحقہ کے ساتھ

زیرِ نظر ترجمۂ قرآن مجید میں سب سے زیادہ اسم فاعل ''والا'' لاحقہ کے ساتھ ہی بنائے گئے ہیں۔ صرف چند مثالیں حوالہ قرطاس ہیں:

ڈر والے: راہ بتاتی ہے ڈر والوں کو (١٠٨)۔

ناتے والوں: اور دیوے مال اس کی محبت پر ناتے والوں کو (١٠٩)۔

کھپنے والے: پھر جھٹلایا ان دونوں کو پھر ہوئے کھپنے والوں میں (١١٠)۔

اسمِ فاعل ''ہارا'' لاحقہ کے ساتھ

پنہارا: پھر بھیجا اپنا پنہارا اس نے لٹکایا اپنا ڈول (١١١)۔

جی ہارا: جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں جی ہارے (١١٢)۔

نافیہ مرکبات

''بے'' نافیہ بطور سابقہ

بےحکم: اور گمراہ کرتا ہے انہیں کو جو بےحکم ہیں (١١٣)۔

بے قیاس: اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے قیاس (١١٤)۔

بے مقدور: اور تم بے مقدور تھے (١١٥)۔

''بن'' نافیہ بطور سابقہ

بن دیکھا: یقین کرتے ہیں بن دیکھا (١١٦)۔

بن پڑھے: اور ایک ان میں بن پڑھے ہیں (١١٧)۔

بن ٹیک: بنائے آسمان بن ٹیک (١١٨)۔

''اَن'' نافیہ بطور سابقہ

ان جان: اور مت چلو راہ ان کی جو ان جان ہیں (١١٩)۔

ان دیکھی: جس دن پکارے پکارنے والا ایک ان دیکھی چیز کو (۱۲۰)۔
ان پڑھ: وہی ہے جس نے اٹھایا ان پڑھوں میں ایک رسول (۱۲۱)۔

''نا'' نافیہ بطور سابقہ

ناشکر: اللہ نہیں چاہتا کسی ناشکر گنہگار کو (۱۲۲)۔
نامبارکی: کہنے لگے تمہاری نامبارکی تمہارے ساتھ ہے (۱۲۳)۔
ناامید: اُس کے اترنے سے پہلے ہی ناامید (۱۲۴)۔

الفاظ وحروف کی تکرار

الفاظ وحروف کی تکرار سے بالعموم تاکید کا کام لیا جاتا ہے یا بات میں زور پیدا کرنا مقصود ہوتا ہے۔

پور پور: اور مارو ان کے پور پور (۱۲۵)۔
بھانت بھانت: پھر نکالا ہم نے اس سے بھانت بھانت سبزہ (۱۲۶)۔
سہج سہج: پھر کھینچ لیا اس کو اپنی طرف سہج سہج سمیٹ کر (۱۲۷)۔
جدی جدی: کتاب ہے کہ جدی جدی کی ہیں اس کی آیتیں (۱۲۸)۔

''کر کر'' کا استعمال

''کر کر'' دکنی محاورہ ہے لیکن یہ شاہ عبدالقادر اور شاہ رفیع الدین دونوں کے ہاں ملتا ہے بلکہ سرسید کی تحریروں میں بھی نظر آتا ہے۔

سجدہ کر کر: اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کر کر (۱۲۹)۔
قصد کر کر: اور جو کوئی مارے مسلمان کو قصد کر کر (۱۳۰)۔
عذاب کر کر: کیا کرے گا اللہ تم کو عذاب کر کر (۱۳۱)۔

دو مترادف الفاظ کا یکجا استعمال

چنگا بھلا: اگر تو ہم کو بخشے چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کریں (۱۳۲)۔
میل کچیل: پھر چاہیے نبیڑیں اپنا میل کچیل اور پوری کریں اپنی منتیں (۱۳۳)۔
ہانک پکار: اور اے قوم میری میں ڈرتا ہوں کہ تم پر آوے دن ہانک پکار کا (۱۳۴)۔

امر کے صیغہ جمع حاضر میں مصدر کی علامت "نا" گرا کر "یو" کا اضافہ

کریو: بندگی نہ کریو مگر اللہ کی (۱۳۵)۔

کہیو: اور کہیو لوگوں سے نیک بات (۱۳۶)۔

پڑیو: تو گر پڑیو اس کے سجدے میں (۱۳۷)۔

عربی وفارسی کے کچھ مفرد ومرکب الفاظ

ربی: لیکن تم ربی ہو جاؤ جیسے تھے تم کتاب سکھاتے (۱۳۸)۔

جائے ضرور: یا آیا ہے کوئی شخص تم میں جائے ضرور سے (۱۳۹)۔

دوستدار: اور بولے ان کے دوستدار انسان (۱۴۰)۔

تلاشی (تلاش کرنے والا): تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں گویا کہ تو اس کا تلاشی ہے (۱۴۱)۔

بندی خانہ: اور کیا ہے ہم نے دوزخ منکروں کا بندی خانہ (۱۴۲)۔

گچ گیری: اور کتنے کنوئیں نکمے پڑے اور کتنے محل گچ گیری کے (۱۴۳)۔

افزود: اور پوچھتے ہیں تجھ سے کیا خرچ کریں تو کہہ جو افزود ہو (۱۴۴)۔

شوی: اور اگر پہنچی برائی شوی بتاتے ہیں موسیٰ کی (۱۴۵)۔

رونق بمعنی آرائش: تو کہہ کس نے منع کی ہے رونق اللہ کی جو پیدا کی ہے اس نے اپنے بندوں کے واسطے (۱۴۶)۔

تقید: اور ہم نے تقید کر دیا تھا آدم کو اس سے پہلے پھر بھول گیا (۱۴۷)۔

جمع بنانے کے قواعد

الف: شاہ عبدالقادر الفاظ کی جمع بالعموم اردو کے طریقوں سے بناتے ہیں مثلاً:

شیطان سے شیطانوں: جب اکیلے جاویں اپنے شیطانوں (۱۴۸)۔

بندہ سے بندے: اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے (۱۴۹)۔

حد سے حدیں: حدیں باندھی اللہ کی ہیں (۱۵۰)۔

ب: چند الفاظ کی جمع عربی قواعد کے مطابق لائی گئی ہے مثلاً:

ولد سے اولاد: اور یعقوب اور اس کی اولاد پر (۱۵۱)۔

ماشیہ کی جمع مواشی: اور گھوڑے پلے ہوئے اور مواشی اور کھیتی (۱۵۲)۔

مہاجر سے مہاجرین: اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر(۱۵۳)۔

افعال کا استعمال بہ طرز قدیم

فعل بمطابق فاعل اول: اس کے بعد رعب اور دہشت دفع ہو گیا(۱۵۴)۔

واحد فاعل کے ساتھ فعل جمع: قوم نے سنا تو نامردی کرنے لگے(۱۵۵)۔

موصوف جمع مؤنث کے ساتھ صفت جمع مؤنث مثلاً:

اور اُن کے پاس عورتیں ہیں نیچی نگاہ والیاں(۱۵۶)۔

دی ہم نے ان کو گوریاں بڑی آنکھوں والیاں(۱۵۷)۔

فاعل جمع مونث کے ساتھ فعل جمع مونث مثلاً:

خبرداری کرتیاں ہیں پیٹھ پیچھے(۱۵۸)۔

اور کہنے لگیاں، حاشاللہ نہیں یہ شخص آدمی(۱۵۹)۔

جس طرف مجھ کو بلاتیاں ہیں(۱۶۰)۔

تذکیر و تانیث

تذکیر و تانیث کے سلسلے میں شاہ عبدالقادر کا لسانی شعور قابلِ تحسین ہے۔ انہوں نے اپنے ترجمۂ قرآن مجید میں صد ہا الفاظ بطور مذکر و مؤنث استعمال کیے ہیں لیکن اُن کے مستعملہ الفاظ کی تذکیر و تانیث آج کل کی اُردو زبان کی تذکیر و تانیث کے مطابق ہے۔ صرف چند ایک الفاظ کے ضمن میں مغائرت کا احساس ہوتا ہے مثلاً خون بہا کو مؤنث اور توجہ کو مذکر استعمال کیا ہے۔

خون بہا: اور خون بہا پہنچائی اُن کے گھر والوں کو(۱۶۱)۔

توجہ: اکیلا رہے تم پر توجہ تمھارے باپ کا (۱۶۲)۔

خون بہا اسم مذکر ہے(۱۶۳) اور توجہ اسم مؤنث ہے(۱۶۴)۔

قدیم الفاظ

شاہ عبدالقادر کے ترجمۂ قرآن مجید میں مستعمل الفاظ میں سے حسب ذیل الفاظ متروک الاستعمال ہیں۔

کِتے: اور کِتے کنوئیں نکمے پڑے اور کِتے محل گچ گیری کے (۱۶۵)۔

کاہے: اب کہیں گے بے وقوف لوگ کاہے پر پھر گئے مسلمان اپنے قبلے سے(۱۶۶)۔

جونسی: جونسی مدت ان دونوں میں پوری کردوں (۱۶۷)۔

کسو: اور کسو کو دغا نہیں دیتے مگر آپ کو (۱۶۸)۔

ورے: نہیں بنادی ہم نے ان کو اس سے ورے کچھ اوٹ (۱۶۹)۔

چند قدیم اسالیب واستعمالات

ہرلوگوں: پہچان لیا ہرلوگوں نے اپنا گھاٹ (۱۷۰)۔

انہیں (''ہی'' کے بجائے ہیں): مگر انہیں پر جن کے دل پگھلے (۱۷۱)۔

جن بجائے جنہوں: جن نے نماز نہیں وہ نماز کریں (۱۷۲)۔

حذف ''کے'': جس پاس علم نہیں (۱۷۳)۔

پنجابی الفاظ

شاہ صاحب کے ترجمۂ قرآن مجید میں کچھ پنجابی کے الفاظ بھی ملتے ہیں۔ یہ الفاظ اُس دور کی اُردو کا حصہ تھے لیکن اَب وہ اردو سے متروک ہو چکے ہیں یا اُن معانی میں اردو میں مستعمل نہیں۔ لیکن ایسے الفاظ پنجابی زبان میں ان ہی معانی ومفاہیم کے ساتھ برتے جاتے ہیں جن مطالب کے لیے شاہ صاحب نے یہ الفاظ استعمال کیے ہیں۔ مثلاً:

سِنا: اور ہم نے بنایا آدمی کھنکھناتے سِنے گارے سے (۱۷۴)۔

توضیح معانی: سِنا کا لفظ بھی اُردو کی مستند لغتوں میں زیر بحث نہیں آیا۔ وڈی پنجابی لغت میں لکھا ہے سنا بمعنی رِگلا، بھجا ہویا یعنی گیلا اور بھیگا ہوا (۱۷۵)۔

ناڑ: پھر کاٹ ڈالتے ہیں اُس کی ناڑ (۱۷۶)۔

توضیح معانی: ناڑ یہاں رگ کے معنوں میں آیا ہے۔ فرہنگِ آصفیہ میں ناڑ کے معنی گردن لکھے ہیں۔ نور اللغات میں یہ لفظ موجود ہی نہیں ہے۔ پنجابی کلاسیکی لغت میں تحریر ہے:

ناڑ: نالی، رگ (۱۷۷)۔

شاہ عبدالقادر کی لسانی بصیرت

اِس حقیقت سے اعراض بہت مشکل ہے کہ شاہ صاحب کے دور کی اُردو ابتدائی مدارج ومنازل طے کر رہی

تھی، اُس کا ذخیرۂ الفاظ بھی محدود و قلیل تھا۔ علاوہ ازیں اُس عہد کے مترجمین قرآن مجید کو اسم فاعل و مفعول بنانے کے اردو قواعد نے بھی کافی پریشان و سرگرداں رکھا۔ لیکن شاہ صاحب دینی علوم کے تبحر عالم ہونے کے ساتھ ایک نابغۂ روزگار بھی تھے۔ مزید برآں قسّامِ ازل سے وہ ذہانت وفطانت اور لغوی ولسانی بصیرت بھی لے کر آئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اُنہیں اثنائے ترجمہ کسی قرآنی لفظ یا ترکیب کے لیے مناسب اُردو لفظ یا ترکیب دستیاب نہیں ہوتی تو وہ کوئی نئی اُردو ترکیب تراش لیتے ہیں یا کسی پیش پا اُفتادہ یا نہایت عام سے لفظ کو نئے معانی کا لباس پہنا کر استعمال میں لے آتے ہیں۔ سطورِ ذیل میں صرف چند مثالوں پر اکتفا کیا جاتا ہے:

غیب (بن دیکھا) : ﴿الذینَ یُومِنُونَ بِالغَیبِ﴾ جو یقین کرتے ہیں بن دیکھا (۱۷۸)۔

عَذَابٌ اَلِیمٌ (دکھ کی مار) : ﴿وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیمٌ﴾ اور اُن کو دُکھ کی مار ہے (۱۷۹)۔

عَذَابٌ عَظِیمٌ (بڑی مار) : ﴿لَھُمْ عَذَابٌ عَظِیمٌ﴾ اور اُن کو بڑی مار ہے (۱۸۰)۔

عذابُ الحریق (جلن کی مار) : ﴿ذُوقُوا عَذَابَ الْحَرِیقِ﴾ چکھو جلن کی مار (۱۸۱)۔

أَجرٌ (نیگ) : ﴿وَلَا نُضِیعُ أَجرَ الْمُحْسِنِینَ﴾ اور ضائع نہیں کرتے ہم نیگ بھلائی والوں کا (۱۸۲)۔

فُرْقَان (چکوتی) : ﴿وَ اِذْ اٰتَیْنَا مُوسَی الْکِتَابَ وَالْفُرْقَانَ﴾ اور جب دی ہم نے موسیٰ کو کتاب اور چکوتی (۱۸۳)۔

اِصْلَاحٌ (سنوار) : ﴿اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ﴾ ہمارا کام تو سنوار ہے (۱۸۴)۔

عُرْوَۃُ الْوُثْقیٰ (گہہ مضبوط) : ﴿فَقَدِ اسْتَمْسَکَ بِالْعُرْوَۃِ الْوُثْقیٰ﴾ اُس نے پکڑی گہہ مضبوط (۱۸۵)۔

رَمِیْمٌ (کھوکھری) : ﴿مَن یُّحْیِ الْعِظَامَ وَ ھِیَ رَمِیْمٌ﴾ کون جلاوے گا ہڈیاں جب کھوکھری ہو گئیں (۱۸۶)۔

فُجَّارٌ (ڈھیٹھ لوگ) ﴿اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِیْنَ کَالْفُجَّار﴾ کیا ہم کریں گے ڈر والوں کو برابر ڈھیٹھ لوگوں کے (۱۸۷)۔

اِشتَعَلَ (ڈیک) : ﴿وَاشْتَعَلَ الرَّأْسُ شَیْبًا﴾ اور ڈیک نکلی سر سے بڑھاپے کی (۱۸۸)۔

خُسْر (ٹوٹا) : ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ﴾ مقرر انسان پر ٹوٹا ہے (۱۸۹)۔

صَبْر (سہار) : ﴿وَ تَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ) اور آپس میں تقید کیا سہار کا (۱۹۱)۔

اِلٰہ (پوجا) : ﴿اِلٰہِ النَّاس﴾ لوگوں کے پوجے کی (۱۹۲)۔

حواشی وحوالہ جات

۱۔ رحمان علی، تذکرہ علمائے ہند (فارسی)، مطبوعہ نول کشور لکھنؤ، ۱۳۳۲ھ، ص ۱۲۹۔

۲۔ دہلوی، رحیم بخش، حیاتِ ولی، مطبوعہ افضل المطابع دہلی، تاریخ ندارد، ص ۳۴۹۔

۳۔ لکھنوی، عبدالحی، مولانا، نزہتہ الخواطر، طیب اکادمی ملتان، ۱۹۹۲ء، جلد ۷، ص ۳۲۶۔

۴۔ برکاتی، محمود احمد، حکیم، شاہ ولی اللہ اور اُن کا خاندان، لاہور، ۱۹۷۹ء، ص ۱۶۴۔

۵۔ ایضاً، ص ۱۱۸۔

۶۔ احمد خان، سرسید، آثار الصنا دید، لکھنؤ، ۱۸۷۶ء، ص ۹۵۔

۷۔ ضیا، عبدالحریم، مقالات طریقت، مطبوعہ متین حیدر آباد، دکن (انڈیا) ۱۲۹۲ھ، ص ۲۲۔

۸۔ گیلانی، مناظر (احسن، سید تذکرہ حضرت شاہ ولی اللہ، لاہور، ۱۹۵۲ء، ص ۲۹۶۔

۹۔ لکھنوی، عبدالحیؒ، مولانا، نزہتہ الخواطر، مذکورہ، ص ۳۲۷۔

۱۰۔ ڈار، ڈاکٹر ثریا، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی، لاہور۔ ۱۹۹۱ء، ص ۱۵۷۔

۱۱۔ کامران، جیلانی، پروفیسر، مضمون بعنوان ''ترجمے کی ضرورت'' مشمولہ ترجمہ روایت اور فن مرتبہ نثار احمد قریشی، ڈاکٹر، اسلام آباد، ۱۹۸۵ء، ص ۲۶۔

۱۲۔ جالبی، جمیل، ڈاکٹر، تاریخ ادب اردو، لاہور، ۲۰۰۹ء، ج ۲، ص ۱۰۵۵۔

۱۳۔ کامران، جیلانی، مضمون بعنوان ترجمے کی ضرورت، مذکور، ص ۲۶۔

۱۴۔ قاسمی، اخلاق حسین، مولانا، دیباچہ مشمولہ موضح قرآن، شاہ عبدالقادر، کراچی، ۱۹۹۵ء، ص ۲۶،۲۵۔

۱۵۔ بھٹی، محمد اسحاق، فقہائے پاک وہند، ج ۲، لاہور، ۱۹۸۴ء، ص ۱۳۷۔

۱۶۔ عبدالقادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، مطبوعہ نول کشور کان پور، ۱۸۸۸ء، مقدمہ، ص ۴۔

۱۷۔ ظہیر الدین، منشی، مقدمہ مشمولہ ترجمۂ قرآن شاہ عبدالقادر، مذکور، ص ۴،۵۔

۱۸۔ عبدالحق، مولوی، قدیم اردو، کراچی، ۱۹۶۱ء، ص ۱۴۰۔

۱۹۔ عبدالقادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، مذکور، ص ۶۱۱۔

۲۰۔ لکھنوی، مہذب، سید محمد میرزا، مہذب اللغات، نظامی پریس لکھنؤ، ۱۹۷۷ء، ج ۱۰، ص ۱۹۱۔

۲۱۔ عبدالقادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، مذکور، ۱۴۲۔

۲۲۔ امیر مینائی، امیر احمد، امیر اللغات، لاہور، ۱۹۸۹ء، ج ۲، ص ۳۸۹۔

۲۳۔ عبدالقادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، مذکور، ص ۹۷۔

۲۴۔ امیر مینائی، امیر اللغات، ج ۲، ص ۴۳۹۔

۲۵۔ عبدالقادر، شاہ، ترجمہ قرآن، ص ۱۲۷۔

۲۶۔ نیر، نور الحسن، نور اللغات، لاہور ۱۹۸۸ء، ج ۱، ص ۴۰۲۔

۲۷۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۳۰۰۔

۲۸۔ دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، لاہور، ۱۹۷۷ء، ج ۱، ص ۴۳۰۔

۲۹۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۲۷۴۔

۳۰۔ اردو لغت (کراچی بورڈ) ج ۷، ص ۶۱۷۔

۳۱۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۸۔

۳۲۔ ایضاً، ص ۸۵۔

۳۳۔ نیر، نور الحسن، نور اللغات، مذکور، ج ۲، ص ۴۰۲۔

۳۴۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۵۰۱۔

۳۵۔ نیر، نور الحسن، نور اللغات، مذکور، ص ۳۷۳۔

۳۶۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۳۷۷۔

۳۷۔ اردو لغت، ج ۱۱، ص ۳۷۳۔

۳۸۔ عارف، فضل الٰہی، فرہنگ کارواں، لاہور، ۱۹۶۲ء، ص ۳۵۴۔

۳۹۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۲۷۱۔

۴۰۔ دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، ج ۱، ص ۴۰۵۔

۴۱۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۴۸۴۔

۴۲۔ اردو لغت، ج ۱، ص ۲۹ ۷۔

۴۳۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۵۹۱۔

۴۴۔ نیر، نور الحسن، نور اللغات، مذکور، ج ۳، ص ۱۱۰۔

۴۵۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۱۱۔

۴۶۔ امیر مینائی، امیر احمد، امیر اللغات، ج ۳، مرتبہ ڈاکٹر رؤف پاریکھ، مطبوعہ پنجاب یونیورسٹی لاہور ۲۰۱۰ء، ص ۲۱۷۔

۴۷۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۱۱۔

۴۸۔ ایضاً، ص ۲۸۔

۴۹۔ امیر مینائی، امیر اللغات، ج ۳، ص ۲۵۔

۵۰۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۱۰۳۔

۵۱۔ عبد المجید، خواجہ، جامع اللغات، لاہور، ۲۰۰۳ء، ج ۲، ص ۱۵۵۷۔

۵۲۔ حالی، الطاف حسین، کلیات حالی، مطبوعہ بک ٹاک، لاہور، ۲۰۰۵ء، ص ۹۳۔

۵۳۔ عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص ۳۰۲۔

۵۴۔ لکھنوی، مہذب، مہذب اللغات، ج۱۰،ص۱۴۳۔

۵۵۔ عبدالقادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص۱۹۱۔

۵۶۔ عارف، فضل الٰہی، فرہنگ کارواں، ص ۴۷۸۔

۵۷۔ عبدالقادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص۴۳۴۔

۵۸۔ نیر، نورالحسن، نوراللغات، ج۳، ص۱۵۲۔

۵۹۔ عبدالقادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص۲۹۷۔

۶۰۔ نیر، نورالحسن، نوراللغات، مذکور، ص۳۶۲۔

۶۱۔ عبدالقادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص۶۳۱۔

۶۲۔ نیر، نورالحسن، نوراللغات، مذکور، ص۱۰۱۲۔

۶۳۔ عبدالقادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص۶۳۱۔

۶۴۔ دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، ج۳، ص۱۰۶۔

۶۵۔ عبدالقادر، شاہ، ترجمۂ قرآن، ص۴۱۔

۶۶۔ ایضاً، ص ۵۵۔

۶۷۔ ایضاً، ص۴۸۸۔

۶۸۔ ایضاً، ص۵۰۷۔

۶۹۔ ایضاً، ص۴۱۲۔

۷۰۔ ایضاً، ص۵۷۔

۷۱۔ ایضاً، ص۳۸۔

۷۲۔ ایضاً، ص۳۹۱۔

۷۳۔ ایضاً، ص۶۲۷۔

۷۴۔ ایضاً، ص۶۳۱۔

۷۵۔ ایضاً، ص۲۔

۷۶۔ ایضاً، ص۵۔

۷۷۔ ایضاً، ص۲۵۔

۷۸۔ ایضاً، ص۱۴۔

۷۹۔ ایضاً، ص۱۶۔

۸۰۔ ایضاً، ص۳۰۲۔

۸۱۔ ایضاً، ص۳۲۵۔

۸۲۔ ایضاً، ص۴۔

۸۳۔ ایضاً، ص۶۔

۸۴۔ ایضاً، ص۱۰۔

۸۵۔ ایضاً، ص۱۲۔

۸۶۔ ایضاً، ص۳۲۱۔

۸۷۔ ایضاً، ص۲۸۹۔

۸۸۔ ایضاً، ص۸۴۔

۸۹۔ ایضاً، ص۱۔

۹۰۔ ایضاً، ص۵۔

۹۱۔ ایضاً، ص۹۔

۹۲۔ ایضاً، ص۲۴۔

۹۳۔ ایضاً، ص۳۲۔

۹۴۔ ایضاً، ص۲۔

۹۵۔ ایضاً، ص۳۲۔

۹۶۔ ایضاً، ص۴۔

۹۷۔ ایضاً، ص۳۴۔

۹۸۔ ایضاً، ص۴۱۔

۹۹۔ ایضاً، ص۱۳۔

۱۰۰۔ ایضاً، ص۱۵۔

۱۰۱۔ ایضاً، ص۱۶۰۔

۱۰۲۔ ایضاً، ص۲۰۸۔

۱۰۳۔ ایضاً، ص۱۷۶۔

۱۰۴۔ ایضاً، ص۳۳۱۔

۱۰۵۔ ایضاً، ص۹۔

۱۰۶۔ ایضاً، ص۳۳۲۔

۱۰۷۔ ایضاً، ص۷۰۶۔

۱۰۸۔ ایضاً، ص۳۴۔

۱۰۹۔ ایضاً، ص۲۲۔

۱۱۰۔ ایضاً،ص ۳۵۱۔

۱۱۱۔ ایضاً،ص ۲۳۵۔

۱۱۲۔ ایضاً،ص ۱۱۳۔

۱۱۳۔ ایضاً،ص ۸۔

۱۱۴۔ ایضاً،ص ۱۵۳۔

۱۱۵۔ ایضاً،ص ۴۷۶۔

۱۱۶۔ ایضاً،ص ۳۔

۱۱۷۔ ایضاً،ص ۱۱۔

۱۱۸۔ ایضاً،ص ۴۱۹۔

۱۱۹۔ ایضاً،ص ۲۱۶۔

۱۲۰۔ ایضاً،ص ۵۴۶۔

۱۲۱۔ ایضاً،ص ۵۷۳۔

۱۲۲۔ ایضاً،ص ۴۵۔

۱۲۳۔ ایضاً،ص ۴۵۱۔

۱۲۴۔ ایضاً،ص ۴۱۷۔

۱۲۵۔ ایضاً،ص ۱۷۶۔

۱۲۶۔ ایضاً،ص ۳۱۹۔

۱۲۷۔ ایضاً،ص ۳۷۱۔

۱۲۸۔ ایضاً،ص ۴۸۹۔

۱۲۹۔ ایضاً،ص ۹۔

۱۳۰۔ ایضاً،ص ۹۱۔

۱۳۱۔ ایضاً،ص ۹۵۔

۱۳۲۔ ایضاً،ص ۱۷۳۔

۱۳۳۔ ایضاً،ص ۳۴۱۔

۱۳۴۔ ایضاً،ص ۴۸۲۔

۱۳۵۔ ایضاً،ص ۱۳۔

۱۳۶۔ ایضاً،ص ۱۳۔

۱۳۷۔ ایضاً،ص ۲۶۳۔

۱۳۸۔ ایضاً،ص ۳۸۔

۱۳۹۔ایضاً،ص ۲۰۱۔

۱۴۰۔ایضاً،ص ۱۴۴۔

۱۴۱۔ایضاً،ص ۱۷۳۔

۱۴۲۔ ایضاً،ص ۲۲۱۔

۱۴۳۔ ایضاً،ص ۳۴۳۔

۱۴۴۔ ایضاً،ص ۳۳۔

۱۴۵۔ ایضاً،ص ۱۶۴۔

۱۴۶۔ ایضاً،ص ۱۵۲۔

۱۴۷۔ ایضاً،ص ۳۲۴۔

۱۴۸۔ ایضاً،ص ۴۔

۱۴۹۔ ایضاً،ص ۵۱۔

۱۵۰۔ ایضاً،ص ۷۸۔

۱۵۱۔ایضاً،ص ۷۸۔

۱۵۲۔ ایضاً،ص ۵۰۔

۱۵۳۔ ایضاً،ص ۲۰۲۔

۱۵۴۔ ایضاً،ص ۵۰۔

۱۵۵۔ ایضاً،ص ۲۰۲۔

۱۵۶۔ ایضاً،ص ۲۰۲۔

۱۵۷۔ ایضاً،ص ۶۹۔

۱۵۸۔ ایضاً،ص ۲۰۵۔

۱۵۹۔ایضاً،ص ۲۰۶۔

۱۶۰۔ایضاً،ص ۲۰۷۔

۱۶۱۔ایضاً،ص ۹۱۔

۱۶۲۔ایضاً،ص ۲۳۴۔

۱۶۳۔دہلوی، سید احمد، فرہنگ آصفیہ، ج ۱،ص ۱۶۳۔

۱۶۴۔ ایضاً ،ج ۲،ص ۲۱۴۔

۱۶۵۔عبد القادر، شاہ، ترجمۂ قرآن ،ص ۳۴۳۔

۱۶۶۔ ایضاً، ص ۲۱۔
۱۶۷۔ ایضاً، ص ۳۶۰۔
۱۶۸۔ ایضاً، ص ۴۔
۱۶۹۔ ایضاً، ص ۳۰۵۔
۱۷۰۔ ایضاً، ص ۱۶۹۔
۱۷۱۔ ایضاً، ص ۹۔
۱۷۲۔ ایضاً، ص ۱۲۱۔
۱۷۳۔ ایضاً، ص ۲۲۔
۱۷۴۔ ایضاً، ص ۲۶۳۔
۱۷۵۔ اقبال، صلاح الدین، وڈی پنجابی لغت، لاہور ۲۰۰۲ء، ص ۱۸۱۰۔
۱۷۶۔ عبدالقادر، شاہ، موضح قرآن، ص ۳۔
۱۷۷۔ پال، جمیل احمد، پنجابی کلاسیکی لغت، لاہور ۱۹۹۵ء، ص ۴۰۰۔
۱۷۸۔ عبدالقادر، شاہ، موضح قرآن، ص ۳۔
۱۷۹۔ ایضاً، ص ۴۔
۱۸۰۔ ایضاً، ص ۴۔
۱۸۱۔ ایضاً، ص ۹۵۔
۱۸۲۔ ایضاً، ص ۳۱۴۔
۱۸۳۔ ایضاً، ص ۱۰۔
۱۸۴۔ ایضاً، ص ۴۔
۱۸۵۔ ایضاً، ص ۵۴۰۔
۱۸۶۔ ایضاً، ص ۵۷۷۔
۱۸۷۔ ایضاً، ص ۵۹۰۔
۱۸۸۔ ایضاً، ص ۳۹۵۔
۱۸۹۔ ایضاً، ص ۳۹۵۔
۱۹۰۔ ایضاً، ص ۷۸۴۔
۱۹۱۔ ایضاً، ص ۷۸۷۔

تأ ویل کی ضرورت اور شرائط و حدود

ڈاکٹر حبیب اللہ چشتی ☆

تأ ویل کا لفظ باب تفعیل کا مصدر ہے۔ اس کا سہ حرفی مادہ "أول" ہے جس میں لوٹنے، پھر جانے اور کسی چیز کا انتظام کرنے کا مفہوم پایا جاتا ہے۔" آل الیہ" کے معنی ہیں: وہ اس کی طرف لوٹا اور "آلَ الشّئَ" کے معنی ہیں: اس نے اس چیز کو لوٹا دیا۔" آل الرعیة" کا مطلب ہے: اس نے رعایا کا انتظام کیا۔ امام راغب اصفہانیؒ اس لفظ کا لغوی مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"الأول. أی الرجوع إلی الأصل ومنه الموئِل للموضع الذی یرجع إلیه و ذلک هوردّ الشئَ الی الغایة...... الأول السیاسة"(۱) ۔

("الأول" سے مراد ہے اصل کی طرف لوٹنا۔ اسی سے" موئِل" ہے جو ایسی جگہ کے لیے بولا جاتا ہے جو کسی چیز کے لوٹنے کی جگہ ہوتی ہے اور وہ کسی چیز کا اپنے مقصد کی طرف لوٹنا ہے...... الاؤل کا ایک معنی کسی چیز پر حکمرانی کرنا بھی ہے)۔

امام زرکشیؒ تاویل کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

"أصله من المآل وهو العاقبة و المصیر و قد اوّلته فآل أی صرفته فانصرف فکأن التأویل صرف الآیة الی ما تحتمله من المعانی. وقیل اصله من الایالة وهی السیاسة فکأن المؤوّل للکلام یؤوی الکلام و یضع المعنیٰ فیه موضعه" (۲)۔

(تاویل کی اصل "مآل" ہے۔ جس سے مراد کسی چیز کی عاقبت اور اس کا انجام ہے۔"أوّلته فآل" کا معنی ہے: میں نے کسی چیز کو پھیرا پس وہ پھر گئی۔ گویا تاویل سے مراد یہ ہے کہ جس آیت میں بہت سے معانی کا احتمال ہو، ان میں سے کسی ایک معنی کی طرف اس آیت کو پھیر دینا اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ تأ ویل کی اصل "الایالة" ہے۔ جو حکمرانی کرنے کو کہا جاتا ہے گویا کسی کلام کی تاویل کرنے والا کلام پر حکمرانی کرتا ہے اور کسی معنی کو اس کے مقام پر رکھ دیتا ہے)۔

ڈاکٹر محمد حسین ذہبیؒ "تاویل" کا لغوی معنی بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"التأویل ماخوذ من الأول وهو الرجوع قال فی القاموس آل إلیه أوْلا ومآ لا: رجع...... وقیل التأویل مأخوذ من الایالة وهی السیاسة فکأن المؤول یسوس

☆ اسسٹنٹ پروفیسر، شعبہ علوم اسلامیہ، ایف۔جی بوائز پوسٹ گریجویٹ کالج، H-8، اسلام آباد۔